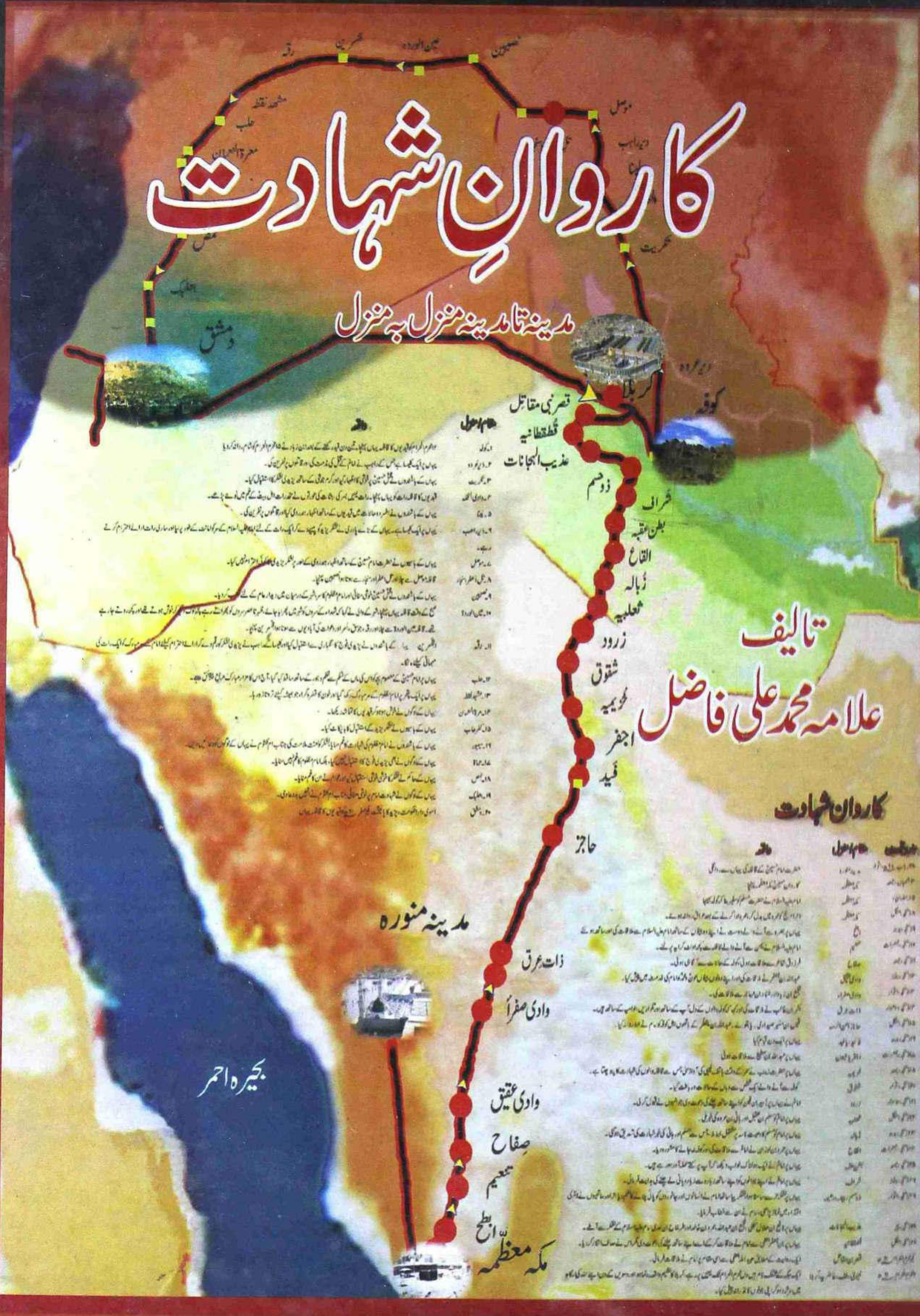
کاروانِ شہادت

مدینہ تا مدینہ منزل بہ منزل

تالیف

علامہ محمد علی فاضل



قال سیّد الشّهدآء ابوعبد الله الحسین علیه السلام :

............اِنَّمَا خَرَجْتُ لِطَلَبِ الْاِصْلَاحِ فِی اُمَّةِ جَدِّی ....

کاروانِ شہادت

مدینه تا مدینه، منزل به منزل

HadiTV

تالیف

حجۃ الاسلام والمسلمین علامہ محمد علی فاضل مدظلہ العالی

ناشر:

مکتبۃ الہادی

جامعۃ الکوثر۔ اسلام آباد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تعارف کتاب

نامِ کتاب: کاروانِ شہادت، مدینہ تا مدینہ، منزل بہ منزل

تالیف: حجۃ الاسلام والمسلمین علامہ محمد علی فاضل

پیشکش: ہادی ٹی وی اسلام آباد مرکز

ناشر: مکتبۃ الہادی _ جامعۃ الکوثر اسلام آباد

تعاون: جامعہ امام جعفر صادق علیہ السلام (رجسٹرڈ)
راجن پور، پنجاب پاکستان

فنی تعاون: مہدی فاضل

ملنے کا پتہ: مکتبۃ الہادی۔ جامعۃ الکوثر سیکٹر H-8/2
اسلام آباد فون: 0333-6446072

اشاعت دوم: 2010ء

ہدیہ: -/350 روپے

روز عاشورا

جیسا کہ بتایا جا چکا ہے کہ عاشور کی رات خیام حسینی میں عجیب جوش وخروش، جاں نثاری اور فداکاری کے مناظر وجود میں آچکے تھے، کہیں کوئی اپنے جنگی ہتھیاروں کی دیکھ بھال کر رہا ہے تو کہیں پر کوئی اپنے رب کریم کی بارگاہ میں محو راز ونیاز ہے، کوئی نماز پڑھ رہا ہے تو کوئی مناجات میں مشغول ہے، کہیں عبادت ہو رہی ہے، کہیں سے قرآن خوانی کے زمزمے بلند ہیں، روایات نے یہ الفاظ تاریخ کے سینے میں محفوظ کر دیئے ہیں کہ:

''لَهُمْ دَوِیٌّ كَدَوِیِّ النَّحْلِ بَیْنَ قَآئِمٍ وَّقَاعِدٍ وَّرَاكِعٍ وَّسَاجِدٍ''

خیام سے ایسی آوازیں بلند ہو رہی تھیں جیسے شہد کی مکھیوں کی آوازیں ہوتی ہیں ملائکہ کی صفوف کی مانند کوئی قیام میں ہے تو کوئی قعود میں۔ کوئی رکوع میں ہے تو کوئی سجود میں۔

غرض دسویں کی رات آہستہ آہستہ اپنے اختتام کو پہنچ گئی، اور سپیدہ سحر نے نمودار ہو کر اس تاریخی عاشورا کی صبح کا اعلان کیا جس کیلئے نبی کے نواسے اور علیؑ وزہراؑ کے لخت جگر نے اتنا بڑا سفر کیا جس کی خبر انبیاء ماسلف اور خصوصیت کے ساتھ پیغمبر اسلامؐ نے دی تھی۔

چنانچہ سلطان دین ودنیا کے معدودے چند جانثاروں نے اپنے مالک حقیقی کی بارگاہ میں عجز ونیاز بجالانے کیلئے نماز صبح کی تیاری کی اس گرم وخشک اور لق ودق صحرا میں اذان کی آواز گونجی توحید کی تکبیر اور بلند بانگ اعلان سے ہزاروں افراد پر مشتمل یزید کی پرستار شیطانی فوج کی نیندیں حرام ہوگئیں، اقامت کہی گئی اور امام زمانہؑ کی اقتدا میں نمازِ صبح ادا کی گئی ،اور نماز کی تعقیبات اور معارف الٰہی پر مبنی تعلیمات کو امام الشہداءؑ نے ایک مناجات کے ضمن میں بیان فرمایا: پروردگار عالم کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں:

''اَللّٰهُمَّ اَنْتَ ثِقَتِیْ فِیْ كُلِّ كَرْبٍ ، وَرَجَآئِیْ فِیْ كُلِّ شِدَّةٍ ، وَاَنْتَ لِیْ فِیْ كُلِّ اَمْرٍ نَّزَلَ بِیْ ثِقَةٌ وَّعُدَّةٌ''

خداوندا! تو ہر مشکل میں میری جائے پناہ ہے، اور ہر سختی میں تو میرے لئے مایہ امید ہے، اور مجھ پر نازل ہونے والی مصیبت میں میرا ملجا وماویٰ ہے۔

''كَمْ مِنْ هَمٍّ یَّضْعَفُ فِیْهِ الْفُؤَادُ وَتَقِلُّ فِیْهِ الْحِیْلَةُ، وَیَخْذُلُ فِیْهِ الصَّدِیْقُ وَیَشْمَتُ فِیْهِ

الْعَدُوُّ، اَنْزَلْتُهُ بِكَ وَشَكَوْتُهُ اِلَيْكَ رَغْبَةً مِنِّيْ اِلَيْكَ عَمَّنْ سِوَاكَ ، فَفَرَّجْتَهُ وَكَشَفْتَهُ فَاَنْتَ وَلِيُّ كُلِّ نِعْمَةٍ وَّصَاحِبُ كُلِّ حَسَنَةٍ وَّمُنْتَهٰى كُلِّ رَغْبَةٍ"

پروردگارا! کس قدر رنج وغم ہیں کہ دل جس سے شکستہ ہو چکے ہیں، تدبیریں جواب دے گئی ہیں دوست ساتھ چھوڑ گئے ہیں اور دشمن خوشی منا رہے ہیں۔

اس کی شکایت میں تیری بارگاہ میں پیش کرتا ہوں، اس لئے کہ میری تمام امیدیں تیری ذات سے وابستہ ہیں، تیرے غیر سے نہیں، تو نے میری مشکلات حل فرمائی ہیں اور مصیبتیں دور فرمائی ہیں، پس تو ہی ہے ہر ایک کا ولی نعمت، تمام خوبیوں کا مالک، اور تمام آرزوؤں کی انتہا!!

آگے چلنے سے پہلے ہم اس مقام پر "روز عاشورا کی عظمت" کے بارے میں کچھ عرض کرنا مناسب سمجھتے ہیں۔

کتاب مجمع البحرین جلد ۳ صفحہ ۴۰۵ لغت "عشر" کے تحت حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مناجات کے تذکرہ کے ضمن میں ایک حدیث نقل کی گئی ہے کہ: "حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہ خداوندی میں عرض کی:

"پروردگارا! تو نے کس بنا پر اپنے پیغمبر حضرت محمد مصطفیٰ کی امت کو دوسرے انبیاء کی امتوں پر فضیلت عطا فرمائی ہے؟"

تو ارشاد پروردگار ہوا! دس خصوصیات کی بنا پر

۱۔نماز ۲۔زکات ۳۔روزہ ۴۔حج ۵۔جہاد

۶۔نماز جمعہ ۷۔نماز جماعت ۸۔قرآن ۹۔علم اور ۱۰۔عاشورا کی وجہ سے

موسیٰ نے عرض کیا: "خداوندا! عاشورا کیا ہے؟" تو اللہ نے فرمایا:

"محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرزند پر رونا، مرثیہ پڑھنا اور عزاداری کرنا، اے موسیٰ! اس زمانے میں میرے بندوں میں سے جو بندہ بھی میرے مصطفیٰ پیغمبر کے بیٹے کے غم میں روئے گا یا رونے کی صورت بنائے گا میں ثواب کے طور پر اسے بہشت عطا کروں گا اور میرے بندوں میں سے جو بھی بندہ میرے نبیؐ کی بیٹی کے فرزند کی محبت کیلئے اپنا مال اور دولت خرچ کرے گا میں اسے دنیا میں ہر ایک درہم کے بدلے میں ستر درہم عطا کروں گا اور آخرت میں اس کے گناہوں اور خطاؤں کو معاف کر کے بہشت کی نعمتوں سے مالا مال کر دوں گا۔

موسیٰ! مجھے اپنی عزت اور جلال کی قسم جس کسی مرد یا عورت کی آنکھ سے ایک آنسو اس کے غم میں

عاشورا یا کسی بھی دن نکلے گا تو میں اسے سو شہیدوں کے برابر ثواب عطا کروں گا"۔

مقتل الحسینؑ کامل الزیارات، اثبات الوصیۃ، ابن عساکر اور اثبات الہداۃ کے مطابق صبح عاشور، حضرت ابا عبد اللہ الحسینؑ نے تعقیبات نماز کے بعد کھڑے ہو کر اپنے اصحاب کے سامنے ان الفاظ میں خطبہ ارشاد فرمایا:

"اَمَّابَعْدُ اِنَّ اللّٰہَ اَذِنَ فِیْ قَتْلِکُمْ وَقَتْلِی فِی ھٰذَاالْیَوْمِ فَعَلَیْکُمْ بِالصَّبْرِ وَالْقِتَالِ"

بعد از حمد وصلوٰۃ، اللہ تعالیٰ نے تمہیں اجازت دی ہے کہ تم اپنا دفاع کرو اور آج کے دن جنگ کرو کیونکہ تمہاری اور میری شہادت آج کے دن ہے۔

امام الشہداءؑ نے یہ فرمایا اور بے شمار ٹڈی دَل فوج کا مقابلہ کرنے کیلئے اپنے معدودے چند افراد پر مشتمل سپاہیوں کو خطاب کیا۔

حیوٰۃ الحیوان دمیری، تاریخ طبری، شفاء الصدور، تاریخ اعثم کوفی، مجالس صدوق، منقول از مقتل الحسین مقرم ص ۱۳۳ میں:

_____ الٰہی سپاہیوں کی مختلف تعداد مذکور ہے ، ایک روایت کے مطابق سو پیادے ، ستر سوار کل ایک سو ستر (۱۷۰) _____

ایک دوسری روایت کے مطابق سو پیادے تیس سوار کل ایک سو تیس (۱۳۰)

ایک اور روایت کے مطابق بیاسی پیادے پینتالیس سوار کل ایک سو ستائیس (۱۲۷)

ایک اور روایت کے مطابق بیاسی پیادے اور چالیس سوار کل ایک سو بائیس (۱۲۲)

ایک اور روایت کے مطابق صرف بیاسی پیادے کل بیاسی (۸۲)

ایک اور روایت کے مطابق چالیس پیادے اور بتیس سوار کل بہتر (۷۲)

ان اعداد و شمار سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی کل تعداد ایک سو ستر (۱۷۰) سے زیادہ اور بہتر (۷۲) سے کم نہیں۔

وہ سب اس جذبہ سے سرشار کہ رسول خدا کے نواسے اور اپنے زمانہ کے امام کی مدد کریں گے، ان کے بتائے ہوئے شرعی اور دینی مقاصد کو اندھی گونگی اور بہری دنیا تک پہنچائیں گے اور اپنی جان کا نذرانہ پیش کر کے اللہ کے دین اور محمد مصطفیٰؐ کی شریعت کو زندہ کریں گے، چنانچہ وہ اس عقیدہ، یقین کامل اور حتمی اطمینان کے ساتھ بہشت، جنت سَرِشت اور حضرت رسالتمآبؐ اور ان کے پاکیزہ اہل بیت (ع) کے پاس جانے کیلئے جنگ کیلئے تیار ہو گئے۔

پوری جرأت ایمانی سے لڑے، ہتھیار نہیں ڈالے، دشمن کو قتل کیا مگر کسی کے ہاتھوں قیدی نہیں ہوئے، یہاں تک

لڑے کہ جان تک قربان کردی اور شہادت کے عدیم المثال اور بے نظیر منصب کو حاصل کرلیا، جنگ کے دوران اپنا اور خاندان علم وسیادت اور شرافت وفضیلت کا تعارف کرایا دین الٰہی کے تحفظ کا خدائی فریضہ پورا کرکے سرخرو ہوکر اپنے اللہ کی بارگاہ میں جا پہنچے۔

عمر سعد نے اپنی ٹڈی دل فوج اور بے شمار لشکر وسپاہ کو آمادہ ہونے کا حکم دیا اور اسے مرتب کرنے لگ گیا۔

یزیدی فوجوں کی تعداد:

یہاں پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم ایک مرتبہ پھر یزیدی فوج کی تعداد اور اس کے کمانڈروں کا جائزہ لیں، تاکہ معلوم ہو کہ بہتر یا زیادہ سے ڈیڑھ پونے دوسو افراد کے ساتھ لڑنے کیلئے کتنی تعداد میں فوج جمع ہوئی اور کیا نتیجہ نکلا؟

البتہ یاد رہے کہ ہم پانچ محرم کے حالات میں بیان کر چکے ہیں کہ یزید کی ریگولر یعنی باقاعدہ فوج کی تعداد کیا تھی؟ اور یہ تعداد پانچ محرم تک تھی، جبکہ دس محرم تک اس فوج کی تعداد کچھ اس طرح تھی، جسے مورخین نے ذکر کیا ہے۔

۱۔سبط ابن جوزی کے مطابق چھ ہزار(6000)

۲۔سید ابن طاؤس کے مطابق بیس ہزار(20000)

۳۔اعثم کوفی کے مطابق بیس ہزار(20,000)

۴۔صاحب مطالب السؤل کے مطابق بائیس ہزار(22000)

۵۔علامہ مجلسی کے مطابق تیس ہزار(30000)

۶۔ابن شہر آشوب کے مطابق پینتیس ہزار(35000)

۷۔ناسخ التواریخ کے مطابق ترپن ہزار(53000)

۸۔ابی مخنف کے مطابق اسی ہزار(80000)

۹۔بقول ناسخ التواریخ، بعض مورخین نے ایک لاکھ(100000)

۱۰۔بعض کے مطابق دولاکھ(200,000)

جبکہ بعض مورخین نے ساڑھے تین لاکھ(3500000) بتائی ہے۔

اور بعض نے تو اس سے بھی زیادہ لکھی ہے اور یہ ساری فوج صرف اور صرف پونے دوسو لوگوں کے ساتھ جنگ کرنے آئی تھی۔

اس اختلاف کی کیا وجہ ہے؟ وجہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ:

''جو فوجی، حکومت وقت سے باقاعدہ تنخواہ، لباس، خوراک اور دوسرے حقوق حاصل کرتے تھے یا آج کی اصطلاح میں ''ریگولر فوجی'' تھے ان کی تعداد تو تیس سے تینتیس ہزار تھی لیکن جب ملک میں مارشل لاء ہو، ہنگامی حالات ہوں اور حکومت وقت کی طرف سے عام لام بندی کا حکم نافذ ہو چکا ہو اور یہ فرمان جاری ہو چکا ہو کہ کوئی بالغ مرد گھر میں نہ رہے، حجّام و بقّال تک سب میدانِ جنگ کا رخ کریں اور پھر یہ حکم صرف شہر کوفہ کیلئے ہی نہ ہو بلکہ پورے عراق اور شام کیلئے ہو تو ایسی صورت میں تعداد اس سے کئی گنا زیادہ بھی ہو سکتی ہے اور صحیح تعداد کا بتانا مشکل ہو جاتا ہے، لہٰذا اگر کوئی مورخ تیس ہزار یا تینتیس ہزار لکھتا ہے وہ تو باقاعدہ فوج کی تعداد بتاتا ہے، اور جو پچاس ہزار یا ساٹھ ہزار یا ایک لاکھ یا دو لاکھ یا ساڑھے تین لاکھ یا اس سے زیادہ لکھتا ہے تو وہ ملک میں نافذ مارشل لاء، ہنگامی حالات، کرفیو اور عمومی لام بندی کے پیش نظر ایسا کرتا ہے۔

اس مقام پر ہم یہ بھی بتاتے چلیں کہ کس فوجی کمانڈر کے ماتحت کتنا باقاعدہ یا ریگولر فوج تھی، ملاحظہ ہو، کتاب (ارشاد شیخ مفید، مقتل ابی مخنف، لہوف سید ابن طاؤس) کے مطابق:

عمر بن سعد چھ ہزار (6000) سنان بن انس چار ہزار (4000)

عروہ بن قیس چار ہزار (4000) شبث بن ربعی چار ہزار (4,000)

شمر ذی الجوشن سلولی چار ہزار سوار (4000) حصین بن نمیر چار ہزار (4,000)

مضایر بن رہینہ تین ہزار (3000) نصر مازنی دو ہزار (2000)

یزید بن رکاب کلبی دو ہزار (2000) کعب بن طلحہ دو ہزار (2000)

حجار بن ابجر ایک ہزار (1000) حر بن یزید ریاحی ایک ہزار (1000)

اس لحاظ سے ان لوگوں کی زیر کمان فوج کی تعداد سینتیس ہزار (37000) بنتی ہے، جس سے دوسری غیر رسمی اور عام حکم کے تحت آنے والے لڑاکے اور جنگ جو افراد کی تعداد کہیں زیادہ ہے۔

بہر حال عمر سعد نے اپنی فوج کی کچھ اس طرح ترتیب و تنظیم کی

۱۔ عمرو بن حجاج کو میمنہ لشکر کا انچارج بنایا ۲۔ شمر ذی لجوشن کو میسرہ کا

۳۔ عروہ بن قیس کو خیل لشکر کا جو لشکر کی پشت پر ہوتا ہے

۴۔ شبث بن ربعی کو پیادہ نظام کا ۵۔ عمر سعد خود کو قلب لشکر کا اور ۶۔ اپنے غلام سوید کو اس کا

علمدار بنایا جبکہ

ا۔عبداللہ بن زُہیر کو مدنیوں کا سردار ٢۔قیس بن اشعث کو، ربیعہ اور کندہ کا سردار ٣۔حر بن یزید کو تمیم اور ہمدان کا

٤۔عبداللہ بن ابی سبرہ کو مذحجی اور اسدیوں کا اس نے لشکر کو چار حصو میں تقسیم کر کے خیام امام کے چاروں طرف سے محاصرے کا حکم دے دیا۔

ا۔خیام امام کے سب سے قریب تر اور آگے آگے شمشیر زن تھے ٢۔اس کے پیچھے نیزہ بردار

٣۔اور اس کے پیچھے تیسرا حصہ تیر اندازوں کا تھا

٤۔سب سے آخر میں اور سب سے پیچھے سنگ اور چوب بردار کہ جن کے پاس کوئی کاٹنے والا ہتھیار مثلاً تلوار نیزہ، تیر کمان یا چھری چاقو نہیں تھا، انہیں لاٹھیاں اور پتھر مہیا کئے گئے تھے تا کہ وہ اونچے نیچے ٹیلوں پر کھڑے ہو کر ادھر کو لاٹھیوں اور پتھروں سے حملہ کریں۔

فوجِ حسینی کی تعداد:

اسی طرح امام کم سپاہ نے بھی اپنی عدیم النظیر اور بے مثال فوج کو باقاعدہ طور پر مرتب کیا، چنانچہ:

ا۔میمنہ پر زہیر بن قین کو ٢۔میسرہ پر حبیب بن مظاہر کو متعین فرمایا اور ٣۔قلب لشکر خود سنبھالا اور سارے لشکر کا علمدار اور سپہ سالار سرکار وفا ابوالفضل العباس بن امیر المومنینؑ کو مقرر فرمایا۔

دونوں فوجوں کا تقابل آپ نے ملاحظہ فرمایا، اب دیکھنا یہ ہے کہ فوج کی افرادی قوت میدان جنگ میں لڑتی ہے یا ایمانی قوت سے؟

حقیقت یہ ہے کہ میدانِ جنگ میں سب سے زیادہ اہمیت جس چیز کو حاصل ہے وہ ہے انسان کا قوی نظریاتی جذبہ، یا جسے آپ ایمانی قوت کے ساتھ بھی تعبیر کر سکتے ہیں۔

تاریخ عالم میں آپ کو کہیں نظر نہیں آئے گا کہ دو مخالف فوجیں آمنے سامنے ہوں، طرف ڈیڑھ پونے دو سو افراد ہوں اور دوسری طرف کم از کم تیس ہزار آزمودہ کار جنگ جو اور باقاعدہ رسمی فوج ہو، جبکہ غیر رسمی فوج کا تو حساب و شمار ہی نہ ہو۔

پھر پونے دو سو بھوکے پیاسے انسانوں کا جذبہ جوان اور نا قابلِ قیاس ہو، حالانکہ ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ بھوکے پیاسے قلیل تعداد کے افراد اس قدر فوج کو دیکھ کر ہی زندگی کی بازی ہار جائیں یا کم از کم

حوصلے ہار کر ان کے سامنے ہتھیار ڈال دیں اور دشمن کے قیدی بن جائیں لیکن:

کیا کہنے، حسینؑ! تیرے پاک طینت اصحاب اور باوفا انصار کے

کہ دشمن کی بے شمار فوج دیکھ کر نہ تو ان کے حوصلے پست ہوئے، نہ ہمت ہاری نہ ہتھیار ڈالے اور نہ قیدی بنے، بلکہ تین دن کی بھوک و پیاس کے عالم میں دشمن کے ساتھ ایسے جم کر لڑے کہ چشم فلک نے آج تک ان جیسے سورما نہ کبھی دیکھے نہ دیکھے گی۔

سپاہ یزید کی پیش قدمی:

(کتاب تاریخ طبری، کامل ابن اثیر، ارشاد شیخ مفید ص ۲۳۴، مقتل خوارزمی جلد ۱، اور طبقات ابن سعد میں ہے کہ) سپاہ یزید نے عمر بن سعد کی سرکردگی میں خیام امام حسین علیہ السلام کا رخ کیا اور خیام کے چاروں طرف سے ان کا محاصرہ کر لیا، جب آگے بڑھے تو خیموں کے اردگرد خندق کھدی دیکھی جس میں آگ روشن تھی، شمر بن ذی الجوشن ملعون نے جس کا نام شُرَحبیل بن عمرو بن معاویہ تھا اور بنی عامر سے اس کا تعلق تھا، امامِ مظلوم پر آوازہ کستے ہوئے کہا: ''اے حسینؑ! (نعوذ باللہ) قیامت آنے سے اور دوزخ جانے سے پہلے آگ کا استقبال کر رہے ہو؟''

اس منہ پھٹ کمینہ فطرت کی آواز سن کر جوانانِ جنت کے سردار حسین علیہ السلام نے فرمایا: ''یہ کون ہے؟ گویا شمر بن ذی الجوشن ہی ہوگا!''

جواب ملا ''جی ہاں وہی ہے'' تو فرزند حیدر کرارؑ نے جلال میں آ کر فرمایا:

''او بدکردار چرواہا ماں کے بیٹے! تو ہی آتشِ جہنم کے زیادہ سزاوار ہے'' اسی اثنا میں جناب مسلم بن عوسجہ نے تہیہ کر لیا کہ اس ملعون کو اپنے تیر کا نشانہ بنا کر اس کا کام اسی جگہ پر تمام کر دے، مگر امام علیہ السلام نے انہیں ایسا کرنے سے روک دیا۔

مسلم نے عرض کی:

''آپ اجازت دیں کہ ظالموں کے اس سرغنہ فاسق شخص کو یہیں پر ہی ڈھیر کر دوں کہ یہ بہترین فرصت کا موقع ہے''

امامؑ نے فرمایا:

''نہ! میں نہیں چاہتا کہ ان ظالموں سے ہم ہی آغازِ جنگ کریں''

امامؑ کا یزیدیوں سے خطاب:

پھر امام علیہ السلام اپنے "عقاب" نامی گھوڑے پر سوار ہوئے جس پر علی اکبرؑ کو سوار کر کے میدانِ کربلا کی طرف بھیجا تھا، اپنے خیام کے سامنے اور لشکر یزید کی طرف منہ کر کے بلند آواز کے ساتھ ان الفاظ میں خطاب فرمایا:

"اَیُّهَا النَّاسُ ! اِسمَعُوا قَولِی وَلَا تَعجَلُوا حَتّیٰ اَعِظَکُم بِمَا هُوَ حَقٌّ لَکُم عَلَیَّ وَحَتّیٰ اَعتَذِرَ مِن مَقدَمِی عَلَیکُم،فَاِن قَبِلتُم عُذرِی وَصَدَّقتُم قَولِی اَعطَیتُمُونِی النَّصَفَ مِن اَنفُسِکُم کُنتُم بِذَالِکَ اَسعَدَ وَلَم یَکُن لَکُم عَلَیَّ سَبِیل ، وَاِن لَم تَقبَلُوا مِنِّی العُذرَ وَلَم تُعطُوا النَّصَفَ مِن اَنفُسِکُم "فَاجمِعُوا اَمرَکُم وَشُرَکَآئَکُم ثُمَّ لَا یَکُن اَمرُکُم عَلَیکُم غُمَّةً ثُمَّ اقضُوا اِلَیَّ وَلَا تُنظِرُونِ"(یونس ۷۱/)اِنَّ وَلِیِّیَ اللّٰهُ الَّذِی یَتَوَلَّی الصَّالِحِینَ (اعراف/۱۹٦)

اے لوگو! میری بات سنو اور جنگ میں جلدی نہ کرو، تا کہ میں تمہیں اس بات کا موعظہ ونصیحت کروں جس کی بجا آوری میرا فریضہ ہے اور مجھ پر تمہارا حق ہے، اور حقیقت حال کو واضح کر کے بیان کر دوں کہ میں یہاں کس مقصد کیلئے آیا ہوں؟ اگر تم نے میری اس دلیل کو مان لیا اور مجھ سے انصاف سے کام لیا تو سعادت کی راہ پالو گے، اور میرے ساتھ جنگ کی کوئی وجہ تمہارے پاس نہیں ہوگی، اور اگر میری بات کو نہیں مانو گے اور نہ ہی انصاف سے کام لو گے ___ تو اس مقام پر سورہ یونس کی ایک آیت ۷۱ تلاوت کی جو حضرت نوح کو اپنی قوم کو نصیحت پر دلالت کر رہی ہے کہ اگر انصاف سے کام نہیں لو گے ___

"تو تم اپنے شریکوں کے ساتھ مل کر مضبوطی سے اپنا فیصلہ کر لو پھر اس فیصلہ کا کوئی پہلو تم پر پوشیدہ نہ رہے" ___ ساتھ ہی سورہ اعراف کی آیت ۱۹٦ تلاوت کی جو حضرت رسالتمآبؐ کے خدا کی ذات پر توکل پر دلالت کر رہی ہے کہ ___ "بے شک میرا آقا تو وہ اللہ ہے جس نے کتاب نازل کی اور جو صالحین اور نیک لوگوں کا کارساز ہے"

تاریخ کہتی ہے کہ جب اہلِ حرم نے آپ کا خطبہ سنا تو خیام میں کہرام برپا ہو گیا، مولاؑ نے اپنے بھائی عباس علمدارؑ اور فرزند ارجمند علی اکبر (ع) کو خیام کے اندر مخدرات عصمت کو صبر کی تلقین کرنے کیلئے روانہ فرمایا اور ساتھ ہی کہلا

بھیجا کہ میرے بعد تمہارے رونے کا عرصہ بہت طویل ہے، اور تم نے روتے ہی رہنا ہے، اس وقت صبر وضبط سے کام لیں، جب خیام میں سکوت طاری ہو گیا تو پھر آپ نے خطبے کو از سرِ نو شروع فرمایا جس میں آپ نے قوم اشقیاء کو خدا کے خوف کی اور دنیا کے زرق و برق سے دور رہنے کی تلقین فرمائی، اور بتایا کہ دنیا فانی ہے کسی کیلئے اس کو بقا حاصل نہیں اگر باقی ہوتی تو انبیاء اس کے زیادہ مستحق تھے، رضائے خداوندی سب سے زیادہ اہم ہے، غرض اس کے زوال وفنا سے مطلع کرنے کے بعد اپنے قتل سے دور رہنے اور دست بردار ہونے کی تلقین فرمائی، اور ذریت پیغمبر پر ظلم کرنے سے باز رہنے کا کہا جسے خوارزمی نے اپنی مقتل کی کتاب کی جلد نمبر ۱ ص ۲۵۳ میں اور ابن عساکر نے اپنی تاریخ کے ص ۲۱۵ میں درج کیا ہے۔

اس خطبہ کے آخر میں فرمایا:

"اَیُّهَا النَّاسُ !اَنْسِبُوْنِی مَنْ اَنَا ثُمَّ ارْجِعُوْا اِلٰی اَنْفُسِكُمْ وَعَاتِبُوْهَا وَانْظُرُوْا هَلْ يَحِلُّ لَكُمْ قَتْلِيْ ؟ وَانْتِهَاكُ حُرْمَتِيْ ؟"

لوگو! میرے سلسلہ نسب کو یاد کرو اور دیکھو کہ میں کون ہوں؟ پھر اپنے گریبان میں جھانکو اور اپنے آپ کو ملامت کرو اور خوب غور کرو کہ آیا میرا قتل اور میری حرمت کی ہتک تمہارے لئے جائز ہے؟

"اَلَسْتُ ابْنَ بِنْتِ نَبِيِّكُمْ ؟"

کیا میں تمہارے نبی کا نواسہ نہیں ہوں؟

"وَابْنَ وَصِيِّهِ وَابْنَ عَمِّهِ ؟"

کیا میں پیغمبر کے وصی اور چچازاد بھائی کا فرزند نہیں ہوں؟"

وَاَوَّلِ الْمُؤْمِنِيْنَ بِا للّٰهِ وَالْمُصَدِّقِ لِرَسُوْلِهِ بِمَا جَآءَ مِنْ عِنْدِ رَبِّهِ ؟"

کیا میں اس عظیم ہستی کا فرزند نہیں ہوں، جس نے سب سے پہلے خدا کی ذات پر ایمان کا اظہار کیا اور رسول پاکؐ کی رسالت کی تصدیق کی؟

اَوَلَيْسَ حَمْزَةُ سَيِّدُ الشُّهَدَآءِ عَمُّ اَبِيْ ؟

کیا حمزہ سید الشہداء میرے والد کے چچا نہیں؟

"اَوَلَيْسَ جَعْفَرُنِ الطَّيَّارُ عَمِّي ؟"

کیا جعفر طیار میرے چچا نہیں؟

"اَوَلَمْ يَبْلُغْ قَوْلُ رَسُوْلِ اللّٰهِ فِيَّ اَخِيْ وَ فِي هٰذَا نِ سَيِّدَا شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ ؟"

کیا میرے اور میرے بھائی (حسن مجتبیٰ) کے بارے رسول اسلام کا یہ فرمان تم تک نہیں پہنچا کہ: "یہ دونوں جوانانِ جنت کے سردار ہیں؟"

"فَاِنْ صَدَّقْتُمُوْنِی بِمَا اَقُوْلُ وَهُوَ الْحَقُّ وَاللّٰهِ مَا تَعَمَّدْتُ الْكِذْبَ مُنْذُ عَلِمْتُ اَنَّ اللّٰهَ يَمْقَتُ عَلَيْهِ اَهْلَهٗ وَ يَضُرُّبِهٖ مَنِ اخْتَلَقَهٗ!"

اگر تم میری باتوں کی تصدیق کرتے ہو جو حق پر مبنی ہیں اور خدا کی قسم پہلے ہی دن سے مجھے معلوم ہو گیا تھا کہ خداوند عالم جھوٹوں پر غضب ناک ہوتا ہے اور جھوٹ کو جھوٹے کے سر پر دے مارتا ہے، میں نے کبھی دروغ گوئی سے کام نہیں لیا۔

"وَاِنْ كَذَّبْتُمُوْنِي فَاِنَّ فِيْكُمْ مَنْ اِنْ سَاَلْتُمُوْهُ عَنْ ذَالِكَ اَخْبَرَكُمْ"

اور اگر تم میری بات نہیں مانتے تو پھر تم میں وہ لوگ موجود ہیں جن سے تم اس بارے میں پوچھ سکتے ہو وہ تمہیں سب کچھ بتا دیں گے۔

"سَلُوْا عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْاَنْصَارِيِّ وَاَبَا سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِيْ ،وَسَهْلِ بْنِ سَعْدِ السَّاعِدِيْ ، وَزَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ ، وَاَنَسِ بْنِ مَالِكٍ"

جابر بن عبد اللہ انصاری سے، ابوسعید خدری سے، سہل بن ساعد ساعدی سے زید بن ارقم سے اور انس بن مالک سے پوچھ لو۔

"يُخْبِرُوْكُمْ اِنَّهُمْ سَمِعُوْا هٰذِهِ الْمَقَالَةَ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ لِيْ وَلِاَخِيْ"

وہ تمہیں بتائیں گے کہ انہوں نے میرے اور میرے بھائی کے بارے میں سرکارِ رسالت مآبؐ سے یہ فرمان سنا ہے۔

"اَمَا فِيْ هٰذَا حَاجِزٌ لَّكُمْ عَنْ سَفْكِ دَمِيْ؟"

تو کیا اس قدر شہادتیں اور گواہیاں تمہیں میرا خون بہانے سے نہیں روک سکتیں؟

شمر کی بکواس:

شمر بن ذی الجوشن کے بارے میں تو پہلے ہی بتایا جا چکا ہے کہ یہ ایک نہایت بدفطرت اور کمینہ شخص تھا، اور چار ہزار یزیدی فوجیوں کا سالار تھا، اس طرف متوجہ ہو گیا کہ امام عالی مقام کی اس طرح کی گفتگو لشکر یزید میں موثر واقع ہو رہی

ہے اور اموی پروپیگنڈے کا پول کھل رہا ہے جس سے فوج میں بغاوت کے آثار نظر آرہے ہیں تو اس نے فوراً ہی امامؑ کی با
ت کاٹتے ہوئے بلند آواز سے وہی کچھ کہا جو مشرکین مکہ حسینؑ کے نانا کو کہتے تھے اس نے کہا:

''ھُوَ یَعْبُدُ اللّٰہَ عَلیٰ حَرْفٍ اِنْ کَانَ یَدْرِی مَا یَقُوْلُ ؟''

(نعوذ باللہ) وہ گمراہی پر ہے اور خود بھی نہیں سمجھتا کہ کیا کہہ رہا ہے؟

(کتاب انساب الاشراف جلد ۳ میں ہے کہ) اس کی ہرزہ سرائی سن کر جناب حبیب ابن مظاہر کو جلال آ گیا اور فرمایا:

''وَاَنْتَ تَعْبُدُ عَلیٰ سَبْعِیْنَ حَرْفًا''

او ملعون! تو سب سے زیادہ گمراہ ہے اور ٹھیک کہتا ہے کہ امامؑ کی باتوں کو نہیں سمجھ پا رہا، اس لئے کہ خدا نے کفار کی طرح تیرے دل پر مہر لگا دی ہے۔

خطاب جاری ہے:

پھر امامؑ نے اپنی گفتگو کو جاری رکھتے ہوئے فرمایا:

''فَاِنْ کُنْتُمْ فِیْ شَکٍّ فِیْ ھٰذَا الْقَوْلِ اَفَتَشُکُّوْنَ اَنِّی اِبْنُ بِنْتِ نَبِیِّکُمْ ،فَوَا للّٰہِ مَابَیْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ اِبْنُ بِنْتِ نَبِیٍّ غَیْرِی فِیْکُمْ ،وَلَا فِیْ غَیْرِکُمْ''

پس اگر تم میری ان باتوں میں شک کرتے ہو، تو کیا اس میں بھی شک کرو گے کہ میں تمہارے نبی کی دختر کا فرزند ہوں اور اس کا نواسہ ہوں؟ خدا گواہ ہے کہ شرق و غرب عالم میں تم میں یا کسی اور مخلوق میں میرے علاوہ پیغمبر کا کوئی نواسہ نہیں ہے۔

وَیْحَکُمْ اَتَطْلُبُوْنِیْ بِقَتِیْلٍ قَتَلْتُهٗ اَوْ مَالٍ اِسْتَھْلَکْتُهٗ اَوْ بِقِصَاصِ جِرَاحَۃٍ ؟

بڑے افسوس کی بات ہے، مجھے بتاؤ میں نے تم میں سے کسی شخص کو قتل کیا ہے کہ تم مجھ سے اس کا قصاص لے رہے ہو؟ یا کسی کے مال پر ہاتھ ڈالا ہے یا کسی کو کوئی زخم لگایا ہے کہ اس کی مجھے سزا دے رہے ہو۔

تاریخ کہتی ہے کہ جب نواسہ رسولؐ کی گفتگو اس مقام پر پہنچی تو تمام لشکر پر سناٹا طاری ہو گیا، کسی کو بولنے کی جرأت نہیں ہو پا رہی تھی، مکمل سکوت کارفرما تھا کہ خطبہ شقشقیہ کے خالق علی بن ابی طالبؑ کے جگر گوشے نے کوفہ کی کچھ معروف شخصیتوں کو کہ جنہوں نے آپ کو خطوط روانہ کیے تھے للکارا اور ہم اس سے پہلے اپنی گفتگو میں ثابت کر چکے ہیں کہ

کوفہ سے امام کو خطوط لکھنے والے سارے شیعیانِ علیؑ نہیں تھے بلکہ ان میں سے وہ بھی تھے جو شیعیان آل ابی سفیان کہلاتے تھے، اور اپنی منافقت کا ثبوت دیتے ہوئے امام کو خطوط لکھے تھے، چنانچہ امامؑ نے ہر ایک کا نام لے لے کر انہیں للکارا اور فرمایا:

"یَا شَبَثَ بْنَ رِبْعِیٍّ وَیَا حَجَّارَ بْنَ اَبْجَرَ وَیَا قَیْسَ ابْنَ الْاَشْعَثِ وَیَا یَزِیْدَ بْنَ الْحَارِثِ اَلَمْ تَکْتُبُوْا اِلَیَّ اَنْ قَدْ اَیْنَعَتِ الثِّمَارُ، وَاخْضَرَّ الْجِنَابُ وَاِنَّمَا تَقْدِمُ عَلٰی جُنْدٍ لَّکَ مُجَنَّدَۃٍ؟"

اوشبث بن ربعی، اوحجار بن ابجر اوقیس بن اشعث، اویزید بن الحارث!! آیا تم لوگوں نے مجھے خط نہیں لکھا تھا کہ پھل پک چکے ہیں اور درخت سرسبز وشاداب ہیں؟ ہم آپ کے انتظار میں لحظہ شماری کررہے ہیں، آپ آیئے کہ کوفہ میں آپ کیلئے تیار لشکر موجود ہے جو آپ کے اختیار میں ہوگا؟

اب ان لوگوں کے پاس امامؑ کے اس فرمان کا کوئی جواب نہیں تھا، سوائے انکار کے، وہ کہہ اٹھے کہ ہم نے اس قسم کا کوئی خط نہیں لکھا!!

قیس بن اشعث کا جواب:

اس موقع پر قیس بن اشعث نے بلند آواز کے ساتھ کہا: "حسینؑ! آپؑ یزید کی بیعت کیوں نہیں کر لیتے کہ اس طرح سے آپ کو سکون مل جائے گا اور آپ سے آپ کی حسب منشاء سلوک کیا جائے گا! اور کسی قسم کا کوئی ناگوار حادثہ آپ کا رخ نہیں کرے گا"

یہ سن کر امامؑ نے فرمایا:

"لَا، وَاللّٰہِ لَا اُعْطِیْھِمْ بِیَدِیْ اِعْطَآءَ الذَّلِیْلِ وَلَا اَفِرُّ مِنْھُمْ فِرَارَ الْعَبِیْدِ" خدا کی قسم میں ذلیلوں کی مانند ان لوگوں کے ہاتھ پر ہاتھ نہیں رکھوں گا ___ ان کی بیعت نہیں کروں گا ___ اور نہ ہی غلاموں کی طرح ان کے سامنے سے راہ فرار اختیار کروں گا۔

آخر میں ان کو "عِبَادَ اللّٰہِ" کہہ کر قرآنِ مجید سے سورہ دخان کی آیت ۲۰ کی تلاوت کرتے ہوئے فرمایا: "وَاِنِّیْ عُذْتُ بِرَبِّیْ وَرَبِّکُمْ اَنْ تَرْجُمُوْنِیْ" اور میں اپنے رب اور تمہارے رب کی پناہ میں آگیا ہوں اس بات سے کہ تم مجھے سنگسار کرو۔

ساتھ ہی سورہ مومن کی آیت ۲۷ تلاوت فرمائی کہ موسیٰؑ نے فرمایا:

"اِنِّیْ عُذْتُ بِرَبِّیْ وَرَبِّکُمْ مِنْ کُلِّ مُتَکَبِّرٍ، لَا یُؤْمِنُ بِیَوْمِ الْحِسَابِ"

میں اپنے رب اور تمہارے رب کی پناہ مانگتا ہوں ہر اس تکبر کرنے والے سے جو یوم حساب پر ایمان نہیں رکھتا۔

کتاب تحف العقول ص ۱۷۱ مقتل خوارزمی جلد ۲ ص ۸، ۷، لہوف، مقتل عوالم اور تذکرۃ خواص الامۃ، میں عبارت میں مختصر سے اختلاف کے ساتھ امام الانس والجان کا ایک اور خطبہ درج کیا گیا ہے، جس میں فصاحت و بلاغت کے موتی پروئے گئے ہیں اور وہ آپ کے روز عاشورا کے قیام کا کلی مظہر ہے، ارشاد فرماتے ہیں:

"اَنْتُمْ وَابْنُ حَرْبٍ وَّاَشْیَاعُہٗ وَاِیَّانَا تَخْذُلُوْنَ، اَجَلْ وَاللّٰہِ الْخَذَلُ فِیْکُمْ مَعْرُوْفٌ، وَشَجَتْ عَلَیْہِ عُرُوْقُکُمْ وَتَوَارَثَتْہُ اُصُوْلُکُمْ وَ فُرُوْعُکُمْ وَنَبَتَتْ عَلَیْہِ قُلُوْبُکُمْ، وَغَشِیَتْ بِہٖ صُدُوْرُکُمْ، فَکُنْتُمْ اَخْبَثَ شَجَرَۃٍ شَجیً لِلنَّاظِرِ، وَاُکْلَۃً لِلْغَاصِبِ"

فرماتے ہیں: "......اب تم حرب کے بیٹے (یزید) اور اس کے پیروکاروں پر تکیہ کرتے ہوئے ہماری نصرت و مدد سے دستبردار ہو چکے ہو! ہاں خدا کی قسم ایسا ہی ہے، مدد و نصرت سے دستبرداری اور دھوکہ دہی تمہاری طرف سے مشہور و معروف ہے جو تمہارے رگ و ریشہ میں رچی بسی ہوئی ہے، تمہاری زندگی کے درخت کا تنا اور شاخیں اسی پر استوار ہیں اور یہ چیزیں تمہیں وراثت میں ملی ہے، اور دل مذموم عادت پر پروان چڑھے ہیں، تمہارے سینے اس سے معمور ہیں، تم اس درخت کا ایسا منحوس پھل ہو جو اپنے باغبان کے گلے میں تو کانٹا بن جاتا ہے مگر ایک ظالم اور غاصب کیلئے خوش گوار اور شیرین

اَلَا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی النَّاکِثِیْنَ الَّذِیْنَ یَنْقُضُوْنَ الْاَیْمَانَ بَعْدَ تَوْکِیْدِھَا وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللّٰہَ عَلَیْکُمْ کَفِیْلًا، فَاَنْتُمْ وَاللّٰہِ ھُمْ۔

خدا کی لعنت ہو عہد و پیمان شکنوں پر، جو اپنے پیمان مضبوط باندھ کر پھر توڑ دیتے ہیں اور تم نے بھی اپنے عہد و پیمان پر خدا کو اپنا ضامن اور کفیل قرار دیا تھا واللہ تم وہی عہد شکن لوگ ہو۔

اَلَا اَنَّ الدَّعِیَّ ابْنَ الدَّعِیِّ قَدْ رَکَزَ بَیْنَ اثْنَتَیْنِ بَیْنَ السِّلَّۃِ وَالذِّلَّۃِ

"ھَیْھَاتَ مِنَّا الذِّلَّۃَ"

تمہیں آگاہ رہنا چاہیے کہ نابکار باپ کے نابکار بیٹے نے مجھے ایسے دوراہے پر آن پہنچایا ہے کہ جن

میں سے ایک کو میری لئے اختیار کرنا ضروری ہوگیا ہے یا تلوار کی موت یا ذلت کی زندگی! لیکن یادرکھو کہ

''ذلت ہم سے کوسوں دور ہے؟''

''یَـأبَـی اللّٰهُ لَنَا ذَالِکَ وَرَسُوْلُهُ وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَحُجُوْرٌ طَابَتْ وَطَهُرَتْ ، وَاُنُوْفٌ حَمِيَّةٌ وَّنُـفُـوْسٌ اَبِيَّةٌ مِّـنْ اَنْ تُـؤْثَـرَ طَـاعَةُ الـلِّـئَـامِ عَلٰى مَصَارِعِ الْكِرَامِ، اَلَا اِنِّیْ قَدْ اَعْذَرْتُ وَاَنْذَرْتُ ،اَلَا اِنِّی زَاحِفٌ عَلٰى هٰذِهِ الْاُسْرَةِ عَلٰى قِلَّةِ الْعَدَدِ وَخِذْلَانِ النَّاصِرِ''

اس لئے کہ نہ تو اللہ ہی چاہتا ہے اور نہ اس کا رسول اور مومنین اس بات پر راضی ہیں کہ ہم ذلت گوارا کریں، اور نہ ہی ہماری پاک دامن مائیں اور غیرت مند مزاج اور شرافت کے مجسمے آباء واجداد اس بات سے راضی ہیں کہ ہم لئیم اور پست لوگوں کی اطاعت کو شرافتمآب اور نیک منش افراد کی قتل گاہ پر ترجیح دیں۔

یادرکھو! میں نے تم پر اپنی حجت تمام کردی، تمہیں خوفِ خدا کی طرف بھی توجہ دلادی، میں اس بات کو ایک بار پھر دہراتا ہوں کہ میں مدد ترک کرنے والوں کی روگردانی کے باوجود اپنے ان باقی ماندہ قلیل ساتھیوں کے ساتھ تمہارے ساتھ جہاد کیلئے بالکل تیار ہوں۔

(تحف العقول، مقتل الحسین خوارزمی ،اللہوف، مقتل عوالم، تذکرۃ الخواص میں ہے کہ) پھر آپ نے یہ چنداشعار پڑھے:

فَاِنْ نُهْزِمْ فَهَزَّامُوْنَ قِدَمًا   وَاِنْ نُهزَمْ فَغَيْرُ مُهَزَّمِيْنَا

یعنی اگر ہم دشمن کو شکست دیں گے تو یہ کوئی نئی بات نہیں ہے اس سے پہلے بھی شکست دیتے آرہے ہیں اور اگر ہمیں شکست دینے کی کوشش کی گئی تو کوئی بھی ہمیں شکست نہیں دے سکے گا۔

اب جبکہ حوادث روزگار ہماری طرف رخ کر چکے ہیں اور ان کی وجہ سے دوسرے لوگوں کو ظاہری مفاد مل رہا ہے، لیکن ہماری مصیبت پر خوش ہونے والوں سے کہہ دو کہ تم بھی کان کھول کر سن لو کہ ہماری طرح تمہاری مصیبت پر بھی دنیا خوشیاں منائے گی، اس لئے کہ موت جب اپنا اونٹ کسی ایک کے در سے اٹھاتی ہے تو دوسرے پر جا بٹھاتی ہے''

پھر فرمایا:

''تم آگاہ رہو!! خدا کی قسم!!! اس جنگ کے بعد تمہیں اتنا مہلت بھی نہیں ملے گی کہ تم اپنی سواریوں پر

سوار ہوسکو..................."

امامؑ کی بددعا:

پھر حضرت نے اپنے ہاتھ آسمان کی طرف بلند کر کے اللہ رب العزت کی بارگاہ میں عمر سعد کے خلاف ان الفاظ میں بددعا کی:

"اَللّٰھُمَّ احْبِسْ عَنْھُمْ قَطْرَا السَّمَآءِ وَابْعَثْ عَلَیْھِمْ سَنِیْنَ کَسِنِّی یُوْسُفَ(ع) وَسَلِّطْ عَلَیْھِمْ غُلَامَ ثَقِیْفٍ یَسْقِیْھِم کَأسًامُصَبَّرَۃً فَلا یَدَ عَ فِیْھِمْ اَحَدًا قَتْلَۃً بِقَتْلَۃٍ وَضَرْبَۃً بِضَرْبَۃٍ ،یَنْتَقِمُ لِیْ وَلِاَوْلِیَآئِیْ ، وَلِاَھْلِ بَیْتِیْ وَ اَشْیَاعِیْ مِنْھُمْ ،فَاِنَّھُمْ کَذَّبُوْنَا وَخَذَلُوْنَا وَاَنْتَ رَبُّنَا عَلَیْکَ تَوَکَّلْنَا وَاِلَیْکَ الْمَصِیْرُ"

خدایا! پروردگارا! تو ان سے اپنی بارانِ رحمت کے قطروں کو روک لے اور ان پر یوسف علیہ السلام کے زمانے کی مانند قحط کے سخت سال بھیج ان پر ثقفی جوان کو مسلط کر دے، تاکہ وہ انہیں ذلت سے لبریز تلخ کاسوں سے سیراب کرے، اور ان میں سے کسی کو بھی سزا دیئے بغیر نہ چھوڑے، اور وہ انہیں قتل کے بدلے قتل کا مزہ چکھائے اور ضرب کے بدلے ضرب کا اور ان سے میرا اور میرے خاندان والوں اور پیروکاروں کا پورا پورا بدلہ لے، کیوں کہ انہوں نے ہمیں جھٹلایا ہے اور دشمن کے مقابلے میں ہمیں تنہا چھوڑا......تو ہی ہمارا پروردگار ہے ہم نے تجھ پر مکمل بھروسہ کیا ہے اور ہم سب کی بازگشت تیری طرف ہے۔

تین ملعونوں کا بدترین انجام:

مورخین لکھتے ہیں کہ امام عالی مقامؑ کے اس خطاب ہدایت مآب کے بعد تین شخص آپ کے سامنے آئے جنہوں نے اپنی بدکلامی اور حقیقت کے انکار کی وجہ سے جنگ کے معاملات کو آخری مرحلے تک پہنچادیا، اور امام علیہ السلام نے بھی انہیں بددعا دی اور وہ اپنے کیفر کردار کو پہنچ گئے، دو، تو اسی وقت فوراً اور تیسرا عاشورا کے کچھ عرصہ کے بعد چنانچہ:

۱۔ مقتل الحسین خوارزمی میں ہے کہ جب امام علیہ السلام نے دیکھا کہ لوگ میرے خطاب سے کوئی اثر نہیں لے رہے بلکہ وہ حملہ کرنے کیلئے مکمل طور پر تیار ہو چکے ہیں تو آپ نے اپنا رخِ انور آسمان کی طرف کر کے بارگاہِ رب العزت میں عرض کیا:

"اَللّٰھُمَّ اِنَّا اَھلُ بَیتِ نَبِیِّکَ وَ ذُرِّیَّتُہُ وَقَرَابَتُہُ ،فَاقْصِمْ مَنْ ظَلَمَنَا وَغَصَبَ حَقَّنَا اِنَّکَ سَمِیْعٌ قَرِیْبٌ"

پروردگارا! ہم تیرے نبی کے اہلِ بیتؑ ان کی اولاد اور قرابتدار ہیں،، خداوندا! جن لوگوں نے ہم پر ظلم کیا ہے اور ہمارے حق کو غصب کیا ہے انہیں ذلیل و خوار فرما، یقیناً تو اپنے بندوں کی دعاؤں کو سنتا ہے اور ان کے قریب ہے۔

محمد بن اشعث جو کہ فوج کے ایک دستے کا کمانڈر بھی تھا اور لشکر کی اگلی صفوں میں بھی تھا، امام کے یہ کلمات سن کر آپ کی طرف بڑھا اور کہا:

"اَیُّ قَرَابَۃٍ بَیْنَکَ وَبَیْنَ مُحَمَّدٍ(ص)؟"

تمہارے اور محمد (ص) کے درمیان کونسی رشتہ داری ہے؟"

امام عالی مقامؑ نے اس کی جو یہ ہٹ دھرمی اور صریح انکار ملاحظہ فرمایا تو اپنے دکھی دل سے اسے اس طرح بد دعا دی:

"اَللّٰھُمَّ اَرِنِی فِیْہِ فِی ھٰذَا الْیَوْمِ ذُلًّا عَاجِلاً"

پروردگارا! تو یہ شخص مجھے آج ہی فوری طور پر ذلیل و خوار ہوتا دکھا۔

ایک مہربان اور رحیم امام کے دکھی دل سے نکلی ہوئی یہ دعا فوراً ہی مقام اجابت کو جا پہنچی، چنانچہ تھوڑی ہی دیر کے بعد وہ شخص قضائے حاجت کیلئے ایک علیحدہ گوشے میں چلا گیا وہاں پر ایک کالے بچھو نے اس کی شرمگاہ کو ڈس لیا، اور وہ بچھو کے زہر کے عذاب میں مبتلا ہو گیا بعض روایات کے مطابق وہ وہیں پر ہلاک ہو گیا، جبکہ بعض دوسری روایات کے مطابق وہ امیر مختارؒ کی حکومت تک زندہ رہا اور اسی عذاب میں کڑھتا رہا اور یہاں تک کہ امیر مختار نے اسے جہنم واصل کیا۔

۲۔ انساب الاشراف جلد ۳ ص ۱۹۱، کامل، مقتلِ خوارزمی جلد ۱ ص ۲۴۹، تاریخ ابن عساکر ص ۵۶ میں ہے، اور بلاذری، ابن اثیر اور دیگر کئی مورخین لکھتے ہیں کہ: "جب یزیدی فوج خیام حسینی (ع) سے نزدیک تر ہوتی جا رہی تھی تو ایک شخص بنام عبداللہ بن حوزہ تمیمی نے آگے بڑھ کر بلند آواز کے ساتھ اصحابِ حسینؑ کو مخاطب کر کے کہا:

"أَفِیْکُمْ حُسَیْنٌ؟" کیا تمہارے درمیان میں حسینؑ موجود ہے؟

کسی نے جواب نہ دیا، پھر اس نے دوسری اور تیسری مرتبہ یہی سوال کیا کہ "أَفِیْکُمْ حُسَیْنٌ؟" تو ایک شخص نے امامؑ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: "ھٰذَا الْحُسَیْنُ فَمَا تُرِیْدُ فِیْہِ؟" یہ حسینؑ ہیں تم کیا چاہتے ہو؟

عبداللہ بن حوزہ نے امام (ع) کی طرف منہ کر کے کہا:

''اَبْشِرْ بِالنَّارِ ''حسینؑ! تمہیں آگ کی خوشخبری ہو۔

یہ سن کر امام علیہ السلام نے فرمایا:

کَذَبْتَ بَلْ اَقْدَمُ عَلٰی رَبٍّ غَفُورٍ کَرِیْمٍ مُطَاعٍ شَفِیْعٍ ، فَمَنْ اَنْتَ ؟

جھوٹ کہتے ہو، بلکہ میں ایسے رب غفور کی جانب جا رہا ہوں جو کریم واجب الطاعۃ اور شفاعت کو قبول کرنے والا ہے، تو بتا کہ تو کون ہے؟

اس نے کہا: ''میں حوزہ کا بیٹا ہوں'' تو امام علیہ السلام نے اپنے ہاتھوں کو آسمان کی طرف بلند کر کے اس کے باپ کے نام کی مناسبت سے یوں بددعا کی:

''اَللّٰھُمَّ حُزَّہُ اِلَی النَّارِ ''خداوندا! تو اسے آگ کی طرف کھینچ لے''

ابن حوزہ امامؑ کی اس بددعا سے بہت جز بز ہوا، اور اس نے گھوڑے کو تازیانہ لگایا جس کی وجہ سے اس نے بڑے زور سے جست لگائی اور ابن حوزہ اس کی پیٹھ سے ایک گڑھے میں جا گرا اور اس کا پاؤں گھوڑے کی رکاب میں پھنس گیا اور وہ اسے اِدھر اُدھر گھسیٹتا پھرا، آخر کار وہ اسے اس خندق میں جلتی آگ کے پاس لے گیا اور اس کے نیم جان کٹے پھٹے ڈھانچے کو آگ میں گرا دیا، اس طرح وہ جہنم میں جلنے سے پہلے دنیا کی آگ اور ملنے والے جلد عذاب کی بھینٹ چڑھ گیا۔

جب امام علیہ السلام نے یہ دیکھا تو آپ نے اپنی دعا کی جلد قبولیت پر خدا کا شکر ادا کرنے کیلئے اپنا سر سجدے میں رکھ دیا۔

ابن اثیر یہ ماجرا بیان کرنے کے بعد مسروق بن وائل حضرمی کی زبانی نقل کرتے ہیں کہ: ''میں انعام اور مالِ غنیمت کے حصول کی لالچ میں یزید کی فوج کی اگلی صف میں تھا کہ حسینؑ کا سر کاٹ کر ابن زیاد سے انعام لوں گا لیکن جب میں نے ابن حوزہ کے انجام کو اپنی آنکھوں سے ملاحظہ کیا تو مجھے یقین ہو گیا کہ اس خاندان کا اللہ کے نزدیک ایک خاص احترام ہے، لہٰذا میں نے اپنے آپ کو پیچھے ہٹا لیا اور واپس آ گیا اور اپنے تئیں کہا: ''مجھے آتش جہنم میں جلنے سے بچنے کیلئے اس خاندان سے جنگ نہیں کرنی چاہئے''

۳۔ انساب الاشراف جلد ۳ ص ۱۸۱ میں ہے کہ: ''بروز عاشورا عبداللہ بن حصین ازدی نے با آواز بلند کہا: حسینؑ! فرات کے اس پانی کو دیکھ رہے ہو کہ کس طرح صاف وشفاف نیلگوں آسمانی رنگ میں ٹھاٹھیں مار کر بہہ رہا ہے، اللہ کی قسم! اس کا ایک قطرہ بھی ہم تمہارے حلق تک نہیں پہنچنے دیں گے یہاں تک کہ تم پیاس کی حالت میں اس دنیا سے رخصت ہو جاؤ۔

اس نے امامؑ کے دل پر گہرا گھاؤ لگایا، امام نے اس کی شکایت اللہ کی بارگاہ میں ان الفاظ میں کی:

نصرت ومحبت کیئے جانے کا زیادہ حقدار ہے، اور اگر تم حسین علیہ السلام کی امداد نہیں کر سکتے تو کم از کم اس کے خون سے تو اپنے ہاتھوں کو رنگین نہ کرو......"

اسی اثناء میں شمر ملعون نے زہیر کی طرف تیر چلا دیا اور کہا:

"چپ ہو جا! خدا تمہارا منہ بند کرے، تو نے ہمیں بہت آزردہ خاطر کیا ہے"

زُہیر نے اسے کہا:

"اوبدویہ کے بیٹے! میں تجھ سے نہیں بول رہا، تُو تو ایک جانور ہے، میں سمجھتا ہوں کہ تو قرآن کی دو آیتیں بھی نہیں جانتا، تجھے روزِ قیامت کی رسوائی اور دردناک عذاب کی خوشخبری ہو"

شمر نے کہا: "خدا تمہیں اور تیرے امام کو ابھی قتل کرے گا"

زُہیر نے کہا:

شمر! تو مجھے موت سے ڈراتا ہے، خدا کی قسم! اگر مجھ سے پوچھتے ہو تو سنو کہ: "میرے نزدیک حسینؑ کے قدموں میں موت، تمہارے ساتھ ہمیشہ کی زندگی سے کئی گنا بہتر ہے"

پھر زُہیر نے باقی فوجیوں کی طرف منہ کر کے بلند آواز کے ساتھ فرمایا:

"اے خدا کے بندو! یہ بداخلاق شخص تمہیں فریب میں مبتلا نہ کر دے، خدا کی قسم! بروز قیامت حضرت رسول خدا کی شفاعت ان لوگوں کو قطعاً نصیب نہیں ہوگی جو ان کی اولاد اور اہلِ بیت کا خون بہائیں گے اور ان کے یار و انصار کو قتل کریں گے"

(نفس المہموم میں ہے کہ) اسی دوران میں اصحابِ حسینؑ میں سے ایک صحابی نے زُہیر کو آواز دی کہ واپس آ جائیں! مولا فرماتے ہیں: "مجھے اپنی جان کی قسم! جس طرح مومن آلِ فرعون نے اپنی قوم کو نصیحت کی اسی طرح آپ نے بھی ان گمراہوں کے سامنے اپنا فریضہ کما حقہ ادا کیا ہے، اور انہیں صراط مستقیم کی طرف بلانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی، آگے ان کی اپنی قسمت!"

بریر ہمدانی کا خطاب

کتاب ابصار العین ص ۷۱ میں ہے کہ بُریر بن خضیر ہمدانی نے امام عالی مقامؑ سے اجازت لی کہ کوفیوں کے ساتھ بات چیت کرنا چاہتے ہیں، امام علیہ السلام نے انہیں اجازت دی اور وہ یزید کی کوفی فوج کے پاس آ کر ان سے یوں مخاطب

ہوئے:

اے لوگو! خداوند عالم نے اپنے پیغمبرؐ کی ذات کو مبعوث برسالت فرمایا اور انہوں نے لوگوں کو خدا کی توحید اور یگانہ پرستی کی دعوت دی، وہ خدا کی طرف سے ''بشیر'' یعنی (جنت کی خوشخبری دینے والے) اور نذیر (عذابِ جہنم سے ڈرانے والے) رسولؐ تھے، انسانوں کیلئے ہدایت کی مشعلِ راہ تھے۔

لوگو! یہ فرات کا پانی ہے جس سے جنگل اور بیابان کے جانور تو خوب سیراب ہو کر پی رہے ہیں لیکن تم نے اسے نواسہ رسولؐ سے روک رکھا ہے، کیا یہی اجر رسالت ہے؟ یعنی خدا نے قرآن مجید کے سورہ شوریٰ میں فرمایا ہے کہ: ''قُلْ لَآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْهِ اَجْراً اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِی الْقُرْبیٰ'' کہ اے پیغمبر! ان سے کہہ دیجئے کہ میں تم سے رسالت کا اجر اور کچھ نہیں چاہتا سوائے اس کے کہ میرے قرابتداروں سے محبت کیا کرو۔

تو کیا اسے محبت کہتے ہیں کہ صحرائی جانور تو دریا کے پانی سے خوب سیراب ہوں اور نواسہءِ رسولؐ اس سے محروم رہے؟''

محمد بن ابی طالب کہتے ہیں کہ:

''فوجِ اشقیاء اپنی اپنی سواریوں پر سوار ہو گئی اور امام حسین علیہ السلام بھی اپنے کچھ ساتھیوں سمیت اپنے گھوڑوں پر سوار ہو گئے، ان کے آگے آگے بریر چل رہے تھے۔

امام نے انہیں فرمایا: ''اس قوم کے ساتھ بات کرو!''

چنانچہ بریر نے آگے بڑھ کر اس سے ان الفاظ میں خطاب فرمایا:

بریر کا خطاب:

''اے لوگو! خدا کا تقویٰ اختیار کرو، یہ اہلِ بیتِ پیغمبرؐ ہیں جو تمہارے سامنے ہیں، یہی تو رسول گرامیؐ کی اولاد اور ان کا حرم ہیں، تم نے اس کے بارے میں کیا فیصلہ کیا ہے؟''

تو فوجِ اشقیاء نے جواب دیا کہ: ''ہم انہیں گرفتار کر کے ابن زیاد کے پیش کریں گے آگے اس کی مرضی کہ ان کے بارے میں کیا فیصلہ کرتا ہے؟''

بریر نے کہا:

"آیا تم اس بات کو قبول نہیں کرتے کہ امام حسینؑ جہاں سے آئے تھے، ادھر ہی کو واپس چلے جائیں ؟اوکوفیو!تم پر افسوس ہے، آیا تم نے اپنے خطوط اور عہد و پیمان سب یکسر بھلا دیئے ہیں؟ بڑے افسوس کی بات ہے کہ اپنے پیغمبرؐ کے اہلِ بیتؑ کو دعوت دے کر اور ان کے ساتھ یہ پیمانِ وفا باندھ کر کہ ہم اپنے آپ کو آپ پر قربان کر دیں گے، ان کے تمہارے پاس آجانے پر انہیں گرفتار کر کے ابن زیاد ملعون کے پیش کرنے پر اتر آئے ہو؟!! ان پر اور ان کے چھوٹے چھوٹے بچوں پر فرات کا بہتا پانی بند کر چکے ہو؟ کتنا برا سلوک کیا ہے تم نے اپنے نبی کے اہلِ بیتؑ کے ساتھ!! خدا تمہیں قیامت کے دن پیاسا رکھے تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ تم کتنے خراب لوگ ہو؟؟"

اتنے میں ایک یزیدی سپاہی نے کہا: "بریر! ہمیں معلوم نہیں تم کیا کہہ رہے ہو؟"

بریر نے کہا: "خدا کا شکر ہے کہ اس نے تمہارے بارے میں میری بصیرت میں اضافہ فرمادیا ہے"

(بحار الانوار جلد ۴۵ میں ہے کہ) پھر بریر نے اپنے رب کی بارگاہ میں یوں مناجات کی:

"بارالٰہا! میں ان لوگوں کے اعمال سے تیری بارگاہ میں اظہارِ برائت کرتا ہوں بارِالٰہا! ان لوگوں کے دلوں میں اپنی طرف سے خوف اور وحشت ڈال دے اور ان کے ساتھ ایسا کر کہ جب وہ تیری بارگاہ میں پیش ہوں تو تُو ان سے غضبناک حالت میں پیش آئے!!"

یہ سن کر کوفیوں نے ان پر تیر چلانا شروع کر دیئے جس کی وجہ سے وہ اپنے خیمہ کی طرف واپس آگئے۔

عمر بن سعد کو خطاب:

بہرحال امامؑ نے اپنے دوسرے خطبے کے بعد عمر بن سعد کو طلب فرمایا باوجود یکہ وہ امامؑ کا سامنا کرنے سے گھبراتا تھا اور نہیں چاہتا تھا کہ براہِ راست امامؑ کے سامنے آئے اور ایک دوسرے سے باتیں کریں، چنانچہ وہ بادلِ ناخواستہ آگے آیا امام رؤف نے آخری مرتبہ اس پر اتمام حجت کی جنگ کے خطرناک انجام سے آگاہ کیا اس کو اپنے برے انجام سے مطلع کیا اور کتاب مقتل خوارزمی جلد۲ ص ۸، مقتل عوالم ص ۸۴ کے مطابق امامؑ نے ارشاد فرمایا:

"اَی عُمَر! اَتَزْعَمُ اَنَّکَ تَقْتُلُنِی وَیُوَلِّیکَ الدَّعِیُّ بِلَادَ الرَّیِّ وَجُرْجَانَ وَاللّٰہِ لَا تَتَهَنَّأُ بِذَالِکَ مَعْهُوْدٌ، فَاصْنَعْ مَا اَنْتَ صَانِعٌ، فَلَا تَفْرَحُ بَعْدِی بِدُنْیَا وَلَا آخِرَةٍ، وَکَاَنِّی بِرَأْسِکَ عَلٰی قَصَبَةٍ یَتَرَامَاهُ الصِّبْیَانُ بِالْکُوْفَةِ، وَیَتَّخِذُوْنَهُ غَرَضًا بَیْنَهُمْ"

اے عمر! آیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ میرے قتل کر دینے سے اور میرے ناحق خون بہانے سے تمہیں نابکار انسان ___ یعنی ابن زیاد ___ رے اور گرگان کی حکومت کا والی بنا دے گا؟ نہ، بخدا نہ!! یہ خیال اپنے دل و دماغ سے نکال دو، یہ تو محکم پیمان کی صورت میں پہلے ہی سے طے شدہ ہے کہ اس سے محروم رہو گے، اس وقت تم سے جو کچھ ہو سکتا ہے کر لو، کیونکہ میرے بعد تم نہ تو دنیا میں کسی قسم کی خوشی کا منہ دیکھ سکو گے اور نہ ہی آخرت میں!!، اور دونوں جہانوں میں تمہارے نصیب میں خدا کا عذاب اور خلق خدا کا غیظ و غضب ہو گا، اور وہ دن ہرگز دور نہیں کہ جس میں تمہارا کٹا ہوا سر اسی شہر کوفہ میں نیزے کی نوک پر چڑھا دیا جائے گا اور شہر کے بچے اسے اپنا کھلونا بنا کر پتھروں کا نشانہ بنائیں گے۔

ہمارے ناظرین کو یاد ہو گا کہ امام عالی مقامؑ نے ایک بار پہلے بھی اسی عمر کے ساتھ ملاقات کر کے اسے قتل سے باز رکھنے کی کوشش کی تھی حتیٰ کہ یہ پیشکش بھی کی تھی کہ اس کے ہر طرح کے مالی نقصان کا ازالہ بھی کر دیں گے، اس سے حضرت کا اپنی جان بچانے کا مقصد نہیں تھا، کیونکہ وہ تو پہلے ہی سے اپنی شہادت کی پیش گوئی فرما چکے تھے، بلکہ اس طرح سے ان لوگوں کو ہدایت اور رہنمائی کرنا چاہتے تھے کہ مظلوموں کے قتل جیسے عظیم جرم کا ارتکاب کر کے دنیا اور آخرت میں شقاوت اور بدبختی میں گرفتار نہ ہوں، مگر اقتدار کی لالچ اور حکومت کی خواہش نے اس سے سننے، سوچنے اور سمجھنے کی قوت کو سلب کر کے اندھا اور بہرا کر دیا تھا، لہٰذا وہ امام کے فرمودات کو سن کر سخت غضبناک ہو گیا اور امام عالی مقامؑ سے منہ پھیر لیا اور اپنے لشکر کو دیکھ کر کہا: ''کیا دیکھ رہے ہو؟ سب مل کر ان پر یکبارگی حملہ کر دو، کیونکہ یہ سب مل کر بھی تمہارے لئے ایک نوالہ سے زیادہ نہیں ہیں''۔

(بحار الانوار جلد ۴۵ ص ۱۰)

حملے کا حکم:

چونکہ عمر نے اپنی فوج کو امام مظلوم کے ساتھ مکمل طور پر لڑنے کیلئے تیار کیا ہوا تھا، تمام جھنڈے اپنی اپنی جگہ پر نصب کئے جا چکے تھے، لشکر میمنہ و میسرہ کو بھی مرتب کیا جا چکا تھا، اس نے قلب لشکر میں موجود فوجیوں کو حکم دیا کہ اپنی جگہ پر جمے رہیں اور حسین علیہ السلام کو ہر طرف سے اپنے گھیرے میں ایسے لے لیں، جس طرح کہ انگوٹھی ہوتی ہے۔

امام علیہ السلام بھی سپاہِ یزید کے آگے آ کر کھڑے ہو گئے اور ان سے فرمایا: ''خاموش''

مگر وہ چپ نہ ہوئے تو امامؑ نے انہیں فرمایا:

"وَیۡلَکُمۡ مَا عَلَیۡکُمۡ اَنۡ تُنۡصِتُوا اِلَیَّ فَتَسۡمَعُوا وَاِنَّمَا اَدۡعُوۡکُمۡ اِلٰی سَبِیۡلِ الرَّشَادِ فَمَنۡ اَطَاعَنِیۡ کَانَ مِنَ الۡمُرۡشَدِیۡنَ وَمَنۡ عَصَانِیۡ کَانَ مِنَ الۡمُهۡلَکِیۡنَ، وَکُلُّکُمۡ عَاصٍ لِاَمۡرِیۡ غَیۡرُ مُسۡتَمِعٍ قَوۡلِیۡ فَقَدۡ مُلِئَتۡ بُطُوۡنُکُمۡ مِنَ الۡحَرَامِ وَطُبِعَ عَلٰی قُلُوۡبِکُمۡ وَیۡلَکُمۡ اَلَا تُنۡصِتُوۡنَ؟ اَلَا تَسۡمَعُوۡنَ؟"

تمہارا برا ہو تمہارا کیا نقصان ہو جائے گا اگر تم میری بات کو کان لگا کر سن لو گے؟ میں تو تمہیں راہِ راست کی طرف بلا رہا ہوں، جو میری باتوں پر عمل کرے گا وہ ہدایت پا جائے گا اور جو نافرمانی کرے گا وہ ہلاک ہو جائے گا، تم میری ہر بات کو ٹھکرا رہے ہو، اور میری کسی بھی بات کو سننا گوارا نہیں کرتے، اس لئے کہ تمہارے پیٹ مال حرام سے بھر چکے ہیں اور تمہارے دلوں پر مہریں لگ چکی ہیں، تمہارا برا ہو آیا تم خاموش نہیں ہوتے ہو!! اور میری باتوں کو نہیں سنتے ہو!!

تو اسی اثنا میں عمر نے سردارانِ کوفہ سے مخاطب ہو کر کہا:

"تمہارا ستیاناس ہو جائے تم اس سے بولتے کیوں نہیں ہو؟

اس سے بات کرو، خدا کی قسم یہ اس ہستی کا بیٹا ہے کہ اگر سارا دن بھی خطاب کرتا رہے تو تھکنے کا نام نہیں لے گا"

یہ سن کر شمر پلید نے آگے بڑھ کر بکواس کی:

"حسینؑ! کیا کہہ رہے ہو؟ ایسی بات کرو جو ہم بھی سمجھیں!!"

امامؑ نے فرمایا:

میں کہتا ہوں کہ خدا سے ڈرو اور میرے قتل میں ہاتھ نہ ڈالو!! کیوں کہ میرا قتل اور میری حرمت کی ہتک جائز نہیں ہے، میں تمہارے نبیؐ کی بیٹی کا فرزند ہوں، میری دادی خدیجۃ الکبریٰؑ ہیں جو مومنوں کی ماں اور رسول خداؐ کا حرم ہیں، شاید تم نے میرے نانا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان سنا ہو کہ

"اَلۡحَسَنُ وَالۡحُسَیۡنُ سَیِّدَا شَبَابِ اَهۡلِ الۡجَنَّةِ"

"حسنؑ و حسینؑ جوانانِ جنت کے سردار ہیں"

بحار الانوار جلد ۴۵ ص ۵

حضرت حرؑ ریاحی

بہر حال امام علیہ السلام اپنے گھوڑے سے اترے اور عقبہ بن سمعان کو حکم دیا کہ اسے باندھ دے، اسی اثناء میں سپاہِ کوفہ وشام امامؑ اوران کے ساتھیوں کے ساتھ جنگ و جدال کیلئے مکمل طور پر تیار ہوگئی، بس ایک حکم کی دیر تھی کہ اتنے میں حر بن یزید ریاحی آگے بڑھے اور عمر سعد سے کہا: ''عمر! واقعاً حسینؑ کے ساتھ جنگ کرو گے؟''

حر کی عمر سعد کے ساتھ گفتگو کرنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں پر ان کا تھوڑا سا تعارف کرا دیا جائے، چنانچہ کتاب ''وسیلۃ الدارین'' میں ہے کہ ان کا نام حر بن یزید بن ناجیہ بن عتاب ہے، زمانہ جاہلیت اور زمانہ اسلام دونوں میں حر کو اپنی قوم کی سرداری کا شرف حاصل رہا ہے ان کا دادا ''عتاب'' حیرہ کے بادشاہ نعمان بن منذر کا ہم مشرب اور ندیم تھا، خود حر کے چچا جو شاعر تھے ''احوص بن ناجیہ'' حضرت رسالتمآبؐ کے صحابی تھے، صاحب کتاب ''وسائل الشیعہ'' علامہ شیخ حر عاملی کا سلسلہ نسب بھی انہی کے ساتھ جا ملتا ہے۔

___ وسیلۃ الدارین ص ۱۲۷، کتاب مقتل الحسینؑ خوارزمی جلد ۲ ص ۹) ___ میں ہے کہ جب امام مظلوم کی صدائے استغاثہ

''هَلْ مِن مُّغِيثٍ يُّغِيثُنَا لِوَجهِ اللّٰهِ ؟اَمَا مِن ذَآبٍّ يَّذُبُّ عَنْ حَرَمِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ؟''

فضائے کربلا میں گونجی تو حر بن یزید کانپ گئے ان کا دل مضطرب ہوگیا، اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے، چنانچہ وہ عمر کے پاس گئے اور اس سے کہا: ''عمر! واقعاً حسینؑ کے ساتھ جنگ کرو گے؟''

اس نے کہا:

''ہاں خدا کی قسم! ایسی جنگ کریں گے جو کم از کم اس حد تک ہوگی کہ سر تن سے اور ہاتھ بازوؤں سے کٹ کٹ کر زمین پر گریں گے!!''

حر: جو کچھ حسینؑ نے کہا ہے اور تم سے گفتگو کی ہے وہ تمہارے لئے کافی نہیں ہے؟

عمر: اگر معاملہ میرے ہاتھ میں ہوتا تو یقیناً میں مان لیتا، مگر کیا کیا جائے تمہارا امیر عبیداللہ نہیں مانتا۔

یہ سن کر حر واپس آگئے اور ان کے ساتھ ان کے قبیلے کا ایک شخص ''قرۃ بن قیس'' بھی تھا، حر نے اس سے پوچھا:

''قرّہ! کیا تم نے اپنے گھوڑے کو پانی پلا لیا ہے؟'' اس نے کہا ''نہیں!''

قرہ کہتا ہے میں نے سمجھا کہ حر، اب جنگ سے کنی کترانا چاہتا ہے، اگر مجھے اپنے اصل مقصد سے آگاہ کرتا تو میں

بھی حر کے ساتھ مل کر اس جیسے انجام سے دوچار ہو جاتا"

پس حر، آہستہ آہستہ خیام حسینؑ کی طرف بڑھنے لگے، مہاجر بن اوس نے اُن کی یہ کیفیت دیکھ کر ان سے پوچھا کہ:"میں تمہارے اندر یہ کیسی تبدیلی محسوس کر رہا ہوں؟" کہا:

"خدا کی قسم! میں اپنے آپ کو جنت اور دوزخ کے درمیان موجود دیکھ رہا ہوں، مگر خدا کی قسم! میں بہشت پر اور کسی بھی چیز کو ترجیح نہیں دوں گا اگرچہ یہ ظالم میری لاش کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے اسے آگ میں کیوں نہ جلا دیں"

یہ کہا اور گھوڑے کو ایڑ لگائی اور خدمتِ امامؑ میں پہنچ گئے

مقتل الحسین خوارزمی جلد ۲ ص ۱۰ میں ہے کہ حر کے ہمراہ ان کا بیٹا بھی تھا، جبکہ بعض روایات کے مطابق ان کا غلام بھی ان کے ہمراہ تھا۔

ابو جعفر طبری لکھتے ہیں کہ جب حر امام حسین علیہ السلام اور ان کے اصحاب کی طرف روانہ ہوئے تو اصحابِ حسینؑ نے سمجھا کہ جنگ کرنے کیلئے آ رہے ہیں، مگر جب وہ خیام کے قریب پہنچے تو اپنی ڈھال کو الٹا دیا جس سے وہ سمجھ گئے کہ حر جنگ کیلئے نہیں بلکہ امان کے حصول کیلئے آ رہے ہیں، پس وہ امام عالی مقامؑ کے نزدیک پہنچے سلام عرض کیا اور قدم بوس ہو کر امامؑ کے حضور توبہ کی، پھر عرض گزار ہوئے:

"اے فرزند رسولؐ! میری جان آپ پر قربان جائے میں ہی پہلا شخص ہوں جس نے آپ کے ساتھ ناروا سلوک کیا آپ پر سختی کی اور آپ کو یہاں تک لے آیا، میں نہیں سمجھتا تھا کہ یہ نابکار لوگ آپ کے ساتھ اس طرح کا سلوک کریں گے، اگر معلوم ہوتا تو قطعاً ایسا نہ کرتا، میں خداوند عالم کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں، تو کیا میری توبہ قبول ہے؟"

علیؑ کے لعل نے فرمایا:

"خدا تمہاری توبہ قبول فرمائے گا......" حرؑ نے عرض کی:"میں اس نا ہنجار دشمن کے ساتھ لڑنے کیلئے آپؑ سے اجازت چاہتا ہوں، اسی گھوڑے پر سوار ہو کر ان ظالموں سے جنگ کروں گا اور پھر اس سے اتروں گا"

امامؑ نے فرمایا:"خدا تم سے تمہارے گناہ معاف کرے تم نے جو ارادہ کیا ہے اسی پر عمل کرو"

چنانچہ حر، گھوڑے پر سوار ہو کر یزیدی فوج کے سامنے آ گئے اور اس سے یوں مخاطب ہوئے:

"اے اہلِ کوفہ! تمہاری ماں تمہارا غم منائے، تم نے اللہ کے اس نیک بندے کو اپنے پاس بلایا اور ان

سے وعدہ کیا کہ اپنی جان ان پر قربان کردو گے، مگر اب ان کے سامنے تلواریں نیام سے نکالے ہوئے ہو!!اورانہیں ہر طرف سے گھیرا ہوا ہے، اور انہیں خدا کی اس وسیع وعریض زمین میں کہیں نہیں جانے دیتے ہو، اب وہ ایک قیدی کی مانند تمہارے محاصرے میں ہے، ان پر بھی اور ان کے ساتھ عورتوں اور چھوٹے چھوٹے بچوں پر بھی پانی بند کیا ہوا ہے، جبکہ اسی فرات کے پانی کو یہود ونصاریٰ بلکہ نجس جانور تک پی ہی نہیں رہے بلکہ نہا بھی رہے ہیں مگر ان مظلوموں کی جان لبوں تک آئی ہوئی ہے، تم لوگوں نے ان کے بارے میں نبی کی حرمت
کا پاس نہیں کیا، خدا تمہیں پیاس کے دن کبھی سیراب نہ کرے "

اسی گفتگو کے دوران دشمن نے ان پر تیروں کی بوچھاڑ کردی، حر آگے بڑھے اور مولا حسینؑ کے سامنے آ گئے۔

(اعلام الوریٰ ص ۲۸۳)

کتاب مثیر الاحزان ص ۵۹ میں ہے کہ حر نے حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا

"جب ابن زیاد نے مجھے آپ کی طرف بھیجا اور میں دارالامارہ سے نکلا ہی تھا کہ مجھے پیچھے سے ایک آواز سنائی دی کہ: "اے حر! مبارک ہو خیر کی طرف جا رہے ہو!" جب میں نے مڑ کر دیکھا تو مجھے کوئی شخص آتا دکھائی نہ دیا، میں نے اپنے تئیں کہا:

"یہ کیسی خوشخبری ہے کہ جا تو رہا ہوں حسینؑ کے ساتھ جنگ کرنے کیلئے اور مل رہی ہے خوشخبری !! میرے تو یہ وہم وگمان میں بھی نہ تھا کہ میں آپ کی اطاعت کر کے یہ کامیابی حاصل کرلوں گا"

امام علیہ السلام نے فرمایا: "تمہیں خیر کے راستے کی ہدایت مل گئی ہے!"

اسی طرح کتاب "وسیلۃ الدارین" ص ۱۲۷ میں ہے کہ حر نے امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا:

"مولا! میں نے اپنے والد کو خواب میں دیکھا، انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ ان دنوں میں تم کہاں ہوتے ہو؟" میں نے کہا: "کوفہ سے باہر حسینؑ کا راستہ روکنے کیلئے آیا ہوا ہوں!" تو انہوں نے بلند آواز میں کہا: "واویلا! تجھے کیا ہو گیا ہے کہ تو نواسہ رسول کے آڑے آرہا ہے؟ اگر اللہ کا عذاب اور ہمیشہ کی جہنم خریدنا چاہتے ہو تو ایسا کرو! اور اگر چاہتے ہو کہ حسینؑ کے نانا تمہاری شفاعت کریں اور بروز قیامت انہی کے ساتھ تمہارا حشر نشر ہو تو پھر ان کی امداد کرو اور ان کے ساتھ مل کر جنگ کرو"

بہر حال پھر حر میدان جنگ میں گئے اور دشمن پر حملہ کیا کئی لعینوں کو واصلِ جہنم کیا اور آخر میں خود بھی شہید ہو

گئے۔

حملہ اولیٰ اور اصحاب کی شہادت

ارشاد شیخ مفید میں ہے: عمرو بن حجاج زبیدی نے نعرہ لگا کر سپاہ کوفہ سے کہا: او نادانو! جانتے ہو کہ کن لوگوں کے ساتھ جنگ کر رہے ہو؟ حسینؑ کوئی معمولی آدمی نہیں ہیں، یہ کوفہ کے شجاع اور دلاور لوگ ہیں، تمہاری جنگ ان لوگوں کے ساتھ ہے جو موت کیلئے بالکل تیار ہو چکے ہیں، لہٰذا ان کے ساتھ مقابلے کیلئے کوئی شخص اکیلا میدان میں نہ جائے، ان کی تعداد محدود اور معدود ہے، اور وقت بھی بہت کم ہے، خدا کی قسم اگر تم ان کو پتھروں کا نشانہ بھی بناؤ تو یہ سب ختم ہو جائیں!!''

ارشاد شیخ مفید جلد ۲ ص ۱۰۳

عمر نے یہ سن کر کہا: ٹھیک کہتے ہو تمہاری رائے بالکل صحیح ہے، کسی کے ذریعہ سپاہ کو پیغام بھیجو کہ وہ ان کے مقابے کیلئے اکیلے میدان میں نہ جائیں''

امام حسین علیہ السلام اپنی ریش اقدس پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا:

''خداوند عالم کا قوم یہود پر اس وقت غضب شدید ہوا جب وہ خدا کیلئے اولاد کے قائل ہوئے، قوم نصاریٰ پر اس وقت غضب شدید ہوا جب انہوں نے خدا کو تین میں سے تیسرا مانا زردشتیوں پر اس وقت شدید ہوا جب انہوں نے سورج اور چاند کی پوجا شروع کی اور اس وقت خدا کا غضب قوم اشقیاء کے بارے میں اپنے عروج پر ہے کیونکہ یہ اپنے نبیؐ کی صاحبزادی کے فرزند کو قتل کرنے کیلئے ایک دل اور ایک زبان ہو چکے ہیں، خدا کی قسم! یہ لوگ جو مجھ سے مطالبہ کر رہے ہیں، میں اسے قطعاً پورا نہیں کروں گا خواہ اس کیلئے مجھے اپنے خون میں غلطان ہو کر اپنے پروردگار کے حضور ہی کیوں نہ جانا پڑے''

(الملہوف ص ۴۲)

عمر بن سعد امامؑ کے اصحاب کے قریب پہنچ گیا اور اپنے غلام ''دُرَید'' کا پکارا اور کہا: ''جھنڈے کو نزدیک لاؤ'' وہ اسے نزدیک لے آیا، پس عمر نے تیر کو کمان میں رکھا اور اصحابِ حسینؑ کی طرف چلا کر کہا:

''سب لوگ گواہ رہنا کہ سب سے پہلے میں نے ہی ان کی طرف تیر چلایا ہے'' اس کے بعد دوسرے لوگوں نے اصحابِ حسینؑ کی طرف تیر چلانا شروع کر دیئے۔

(ارشاد شیخ مفید جلد ۲ ص ۱۰۱)